غلام رسول ازہر

بیادِ حمید احمد خاں

وہ خودی کا نقیب ، مردِ فقیر
جذب سے جس کے مہر و ماہ اسیر

وہ جنوں خیزیوں میں سیلِ رواں
علم کا ایک بحرِ بے پایاں

عمر بھر جس سے علم کے سوتے
شاخ در شاخ پھوٹتے ہی رہے

تھا جو پُر سوز آتشِ جاں سے
تھا جو خونبار ، آرہ سوزاں سے

جس کا لاریب ، ازہر خستہ ،
عشق کی آگ سے خمیر اُٹھا

نازشِ رنگ و رامشِ گلشن
شعلۂ عشق ، دم بدم روشن

جس سے گھر گھر یہاں اُجالا تھا
علم و عرفاں کا بول بالا تھا

وہ جو مہر و وفا کا محور تھا
وہ جو صدق و صفا کا مظہر تھا

جس کے اخلاق کا جواب نہ تھا
جس کی نیکی کا کچھ حساب نہ تھا

فقر میں جس نے یاں امیری کی
ایک عالم کی دستگیری کی

ایک درویش بے گلیم تھا وہ
بے عصا تھا مگر کلیم تھا وہ

ضربِ شیشہ سے سینہ کاری کی
کاہشِ جاں سے آبیاری کی

دُکھ کہیں ہو ، تڑپ سا جاتا تھا
ساری دنیا کا غم جو کھاتا تھا

جس کے الطاف یادگاری ہیں
جس کے قصے زباں پہ جاری ہیں

فیض کا ایک چشمۂ حیواں
جس سے سیراب ان گنت انساں

بزمِ ہستی میں ہر عمل جس کا
گویا حسنِ عمل کا آئینہ

اپنی سیرت کو جس نے ڈھالا تھا
اپنے قلب و نظر کو پالا تھا

نورِ محبوبِ حق پہ یاں ازہر
بس گیا دل میں بے گماں ازہر

ہم فقیروں کا جو سہارا تھا
جس نے ہم سب کو یاں سنوارا تھا

مومنانہ صفات رکھتا تھا
بے ریا ، سچی بات کرتا تھا

حق و انصاف جس کا ایماں تھا
تھا یہ مضراب پردۂ جاں کا

جس کا دل تھا زباں کا سرمایا
نہ کبھی اُن میں فاصلہ پایا

جس کے دل سے زباں کی یاری تھی
اس لیے بات اُس کی پیاری تھی

عمر بھر جس نے حق بیانی کی
جس نے اس طور زندگانی کی

ہر نفس جو خودی کا حافظ تھا
دیدہ و دل کا جو محافظ تھا

علم پرور، عمل کا پیکر تھا
جو فقط خوبیوں کا مظہر تھا

بامِ انسانیت کا زینہ تھا
جس کو جینے کا یاں قرینہ تھا

جس کو انسان کی تلاش رہی
آرزو اُس کی، جی کے پاس رہی

جستجو میں رواں دواں پیہم
شہسوارِ زماں، مکاں پیہم

وہ شب و روز کا مسافر تھا
گامزن راہِ عشق پر تنہا

اپنی منزل سے بہرہ ور تھا وہ
ایک انسان دیدہ ور تھا وہ

وہ معلم کہ کیمیا گر تھا
ایک انسان گر، نواگر تھا

جس کے چھونے سے زندگی پہنے
نور افروز، کندنی گہنے

حافظِ حُرمتِ قلم تھا وہ
ایک درویشِ خوش رقم تھا وہ

پاک بیں، پاک نفس، پاک ضمیر
جس کے حلقہ میں کائنات اسیر

روبرو اس کے بے نقاب سی تھی
زندگی اک کھُلی کتاب سی تھی

خوش نفس ایسا مردِ سیرت ساز
زندگی جس کو آپ دے آواز

لیلیٔ شوق سے وفایوں کی
راہ میں اُس کی جان تک تج دی

محرمِ ذات تھا، قلندر تھا،
ہفت اقلیم کا سکندر تھا

ایک مجذوبِ عشق پیشہ تھا
جو تہور میں شیر بیشہ تھا

سالک راہ و رسمِ راز و نیاز
ظلمتِ شب میں مونس و دم ساز

مہرِ نوروز تھا، مہرِ تاباں
مردِ کامل، حمید احمد خاں

جز خدا کس سے خوف کھاتا تھا
اس کو دبنا کبھی نہ آتا تھا

اصل میں دُرِّ ناب تھا ازہر
مردِ مومن کا خواب تھا ازہر

روحِ غالب سے فیضیاب تھا وہ
فکرِ اقبال کا جواب تھا وہ

اُڑ گیا آخرش مرا شہباز
کر گیا سوئے آسماں پرواز

○